نثار احمد فاروقی

حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء اور علم حدیث

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کی مبارک زندگی کا تقریباً دو تہائی حصہ ساتویں صدی ہجری اور ایک تہائی زمانہ آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں بسر ہوا۔ اس عہد کے مسلم ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ کا رواج زیادہ تھا، اس لیے بھی کہ فقہ میں استعداد پیدا کرنے کے بعد سرکاری ملازمت مل سکتی تھی۔ مدارس میں عموماً فقہ حنفی پڑھائی جاتی تھی اور بیشتر علماء بھی اسی مسلک کے تھے۔ فقہ کا رواج اور غلبہ اتنا تھا کہ علماء بھی ہر مسئلے کو اسی روشنی میں دیکھتے تھے اور کسی انحراف کی، خواہ حدیث نبوی اس کی تائید میں موجود ہو، مخالفت کرتے تھے۔ اس کی مثال وہ محضر ہے جو سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے (۷۲۰ھ تا ۷۲۵ھ) میں سماع کے موضوع پر ہوا تھا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے سماع کے جواز میں شافعی مسلک کے مطابق بعض احادیث پیش کیں تو علماء نے کہا تھا کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کا کوئی قول ہو تو وہ پیش کرو۔ حضرتؒ نے نہایت کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا تھا کہ وہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا جہاں حدیث نبوی کے مقابلے میں ابوحنیفہؒ کا قول طلب کیا جاتا ہے! اس وقت تک علماء نے حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس پر زیادہ توجہ نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی سنت کا اتباع کرنے کی خواہش نے اس طرف بھی صوفیہ کو سب سے پہلے متوجہ کیا تھا۔ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے علم حدیث کی تدریس اور اشاعت میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ اسی طرح ملتان میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور بہار میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (ولادت ۶۶۱ھ، ولادت ۷۸۲ھ) نے

حدیث نبوی کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

فقہ حنفی میں سب سے معتبر کتاب ہدایہ ہے' جس کے مصنف برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی (وفات ۱۴/ ذی الحجہ ۵۹۳ھ) ہیں۔ انھوں نے عالم اسلام میں سیاحت کر کے اس عہد کے ممتاز علماء سے تعلیم حاصل کی تھی جن کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان اساتذہ میں ایک شخصیت نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی (وفات ۵۳۷ھ/ ۴۳-۱۱۴۲ء) کی بھی موجود ہے' جو کتاب عقائد النسفی کے مصنف ہیں۔

کتاب ہدایہ فقہ حنفی کی نہایت معتبر' مستند اور جامع کتاب ہے۔ یہ پچھلے آٹھ سو سال سے مدرسوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اسے جو شہرت و قبولیت ملی ہے وہ بہت کم کتابوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آج تک اس کو قانونی سند کا درجہ حاصل ہے اور علماء کے نزدیک اس کے قول شاذ پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

ہدایہ کی تالیف ۵۷۳ھ/۱۱۷۷ء میں شروع ہوئی تھی اور یہ تیرہ سال میں مکمل ہوئی۔ اس پوری مدت میں علامہ مرغینانیؒ روزے رکھتے تھے۔ ہدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے' پہلی دو جلدیں ہدایہ اولین' تیسری اور چوتھی دو جلدیں ہدایہ آخرین کے نام سے معروف ہیں۔ اس میں ۵۷ کتابیں ہیں اور ہر کتاب کے متعدد ابواب ہیں۔ ہدایہ کی کئی درجن شرحیں بھی لکھی جا چکی ہیں جن کی تفصیل کارل بروکلمان (Karl Brockleman) اور فواد سزگین کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء نے فقہ اور اصول فقہ کی ضروری تعلیم بدایوں ہی میں حاصل کر لی تھی اور وہ بھی کہیں قاضی بن جانا چاہتے تھے' مگر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے برادر خرد حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ (متوفی ۹/ رمضان المبارک ۶۶۹ھ) نے ان کی زندگی کا راستہ متعین کر دیا۔ حضرت نظام الدینؒ نے اب تک اپنی صلاحیتوں کو ادب اور فقہ کی تحصیل میں صرف کیا تھا' اب انہیں احساس ہوا تو حدیث نبوی کی تحصیل پر متوجہ ہوئے۔

ڈاکٹر محمد اسحٰق کا خیال ہے کہ حضرت نظام الدینؒ نے علم حدیث کا مطالعہ اس وقت شروع کیا جب وہ ایک ممتاز ولی اللہ کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے۔[۱] مگر یہ درست نہیں' ان کی سند حدیث جس کا متن آگے درج ہو رہا ہے' ۶۷۹ھ کی لکھی ہوئی ہے اور ایک مرشد کی حیثیت سے ان کی شہرت اس کے کئی برس کے بعد ہوئی ہے۔

اس زمانے میں بہت سے جید علماء مسند درس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس عہد کے ممتاز عالموں کی ایک فہرست ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور اگر ہم قلقشندی[۲] کا اعتبار کریں تو اس وقت صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے' ستر (۷۰) شفا خانے اور دو ہزار خانقاہیں تھیں۔ اس بھرے پرے شہر میں ایک شخصیت شیخ برہان الدین بلخیؒ کی بھی ہے' جن کا پورا نام محمود بن ابی الخیر اسعد بلخیؒ (وفات ۶۸۷ھ) ہے۔ وہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں پوری مہارت رکھتے تھے' شاعر بھی تھے' شریعت کے علاوہ طریقت میں بھی ممتاز تھے۔ ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ احادیث نبوی کے مجموعہ مشارق الانوار کی (جس کے جامع رضی الدین حسن بن محمد صغانی (وفات ۹ر شعبان ۶۵۰ھ ہیں) انہوں نے خود صغانی سے اسناد کے ساتھ سماعت کی تھی اور ہندوستان میں اس کتاب کے درس کا آغاز بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ غالباً مشارق الانوار ان کے ذریعے ہی سے ہندوستان میں پہنچی تھی۔[۳]

اس کتاب کا پورا نام مشارق الانوار النبویه من صحاح الاخبار المصطفویه ہے۔ اس میں صرف صحیحین کی اور متفق علیہ ۲۲۴۶ قولی احادیث ہیں۔ کوئی حدیث غیر معتبر نہیں۔ اس میں بخاری کی ۷۲۷۵ احادیث سے انتخاب کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے چھ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا تھا۔ مسلم میں بارہ ہزار احادیث ہیں' ان سے بھی مشارق میں انتخاب کیا گیا ہے گویا مشارق صحیحین کی ۱۹۲۷۵ قولی احادیث کا منتخب

(۱) علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ' صفحہ ۸۱-۸۲

(۲) ایضاً' صفحہ ۹۶

(۳) ایضاً' صفحہ ۹۶' نیز ضیاء الدین برنی: تاریخ فیروز شاہی' ص ۳۹۵

مجموعہ ہے۔ اس میں شواہد، متابعات اور روایت بالمعنی کو ترک کر دیا گیا ہے اور صرف اولین راوی کا نام لیا ہے۔ ترتیب باعتبار موضوع نہیں بلکہ ابجدی ہے، اس طرح کہ من، قد، ما، وغیرہ سے شروع ہونے والی احادیث یکجا ہوگئی ہیں۔ مشارق میں بارہ ابواب ہیں۔

یہ بات عام طور پر معلوم نہیں کہ صحیح بخاری کو بھی اس کی موجودہ شکل میں رضی الدین حسن صغانیؒ نے ہی مرتب کیا تھا۔ ۱۲۴۹ھ میں مشارق الانوار کا اردو ترجمہ تحفتہ الخیار کے نام سے مولوی خرم علی بلہوریؒ نے کیا تھا جو مطبع منشی نول کشور کانپور سے دسمبر ۱۸۷۴ء (۱۲۹۱ھ) میں شائع ہوا تھا۔ (صفحات ۵۱۴)۔

مشارق الانوار کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئیں جن کی تفصیل سید عبدالحئ رائے بریلویؒ کی تالیف الثقافہ السلامیہ فی الہند میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک شرح شمس الدین یحییٰ (وفات ۷۴۷ھ) نے دوسری حضرت سید محمد حسینی گیسودرازؒ (وفات ۸۲۵ھ) نے لکھی۔ شمس الدین خواجگی کڑاویؒ (وفات ۸۷۸ھ) نے اس سے اربعین (چالیس حدیثوں کا انتخاب) مرتب کیا تھا۔ شیخ مظفر بلخیؒ خلیفہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (وفات ۷۸۸ھ) نے بھی مشارق کی شرح لکھی تھی جو اب ناپید ہے۔ محمد بن تغلق کے زمانے تک مشارق ہی حدیث نبوی کی متداول اور مروج کتاب تھی اگرچہ سنن ابی داؤد اور مشکوہ المصابیح کے بھی ہندوستان پہنچ جانے کی شہادت ملتی ہے، مگر ان کا رواج زیادہ نہ ہوا تھا۔ سنن ابی داؤد کا حوالہ طبقات ناصری میں بھی ملتا ہے۔ محمد بن تغلق (۷۲۰ھ تا ۷۲۵ھ) اپنے عہدیداروں کے ایک ہاتھ پر قرآن کریم اور دوسرے ہاتھ پر مشارق الانوار رکھوا کر حلف وفاداری لیا کرتا تھا۔[۱]

مولانا مظفر بلخیؒ کا انتقال ۶۸۷ھ (۱۲۸۸ء) میں ہوا۔ ان کا مزار حوض شمسی پر مشرق کی جانب واقع تھا اور یہ جگہ تختہ نور کہلاتی تھی۔ عوام ان کے مزار کی مٹی بچوں کو چٹایا

(۱) القلقشندی: صبح الأعشی الجز' السادس

کرتے تھے، عقیدہ یہ تھا کہ اس کی برکت سے حافظہ تیز ہوتا ہے اور حصول علم میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی مجلسوں میں کئی بار علامہ مرغینانیؒ اور مشارق الانوار کا تذکرہ ہوا ہے۔ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۷۱۸ھ (۱۳/ جولائی ۱۳۱۸ھ) کی مجلس میں آپ نے مردان حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

در عہد قدیم چہارتن برہان لقب از ملک بالا در دہلی آمدند۔ ازان چہار برہان یکے برہان بلخی بود، دوم برہان کاشانی۔ دو برہان دیگر یاد نمی آیند۔ الغرض میان ایشان موافقت تمام بودہ است۔ طعام و شراب یک جا میخوردند و تحصیل یک جاے میکردند۔ اول کہ در دہلی آمدند دران روز قاضی شہر نصیر کاشانی بودہ است۔ او برہان کاشانی را در محفل مسئلہ پرسید، این برہان مرد تنک بود و کوتہ بالا۔ چون او نکتہ ہا آغاز رکد متعلمان گفتند کہ ایں ریزہ چہ خواہد گفت! او را عرف ہمین ریزہ شد، کاشانی از میان برخاست، ہمیں برہان ریزہ عرف شد۔ الغرض این برہان مردے عزیز بود در آخر ہا از ابدال شد۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر برلفظ مبارک راند کہ من او را دیدہ بودم۔ ہر روز پگاہ از خانہ بیرون آمدے پیادہ۔ و او را از دہ اسپ زیادت بود، ہیچ غلامے را برابر خو نہ بردے۔ و اورا خدمتگاران از صد زیادت بودند۔ او را پسرے بود نورالدین محمد لقب۔ روزے آن پسر پدر را گفت کہ تو ہر روز از خانہ بیرون میروی وما دشمنان بسیار داریم۔ ہیچ کس برابر شامی باشد، اگر غلامے را برابر خود ببری کہ شما را خدمتے کند و کوزۂ آبے دہد نیکو باشد۔ مولانا برہان الدین پسر را جواب داد گفت: بابا محمد اگر آن جا کہ من میروم غلام را مدخل

باشد اول ترا ببرم کہ پسر منی۔[1]

(ترجمہ): پرانے زمانے میں برہان لقب کے چار شخص تھے، ولایت سے دہلی میں آئے تھے۔ ان چاروں میں ایک برہان بلخی تھے، دوسرے برہان کاشانی۔ دوسرے دو برہان یاد نہیں آتے۔ الغرض ان میں آپس میں گہری دوستی تھی۔ ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے اور ایک ہی جگہ تحصیل علم کرتے تھے۔ جب یہ شروع میں دہلی آئے تو اس وقت نصیر کاشانی قاضی شہر ہوا کرتے تھے انہوں نے ایک محفل میں برہان کاشانی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ یہ برہان (کاشانی) ذرا ٹھنگنے اور گٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے مسئلے پر تقریر شروع کی تو بعض طالب علموں نے کہا: یہ ریزہ کیا کہے گا! ان کا عرف یہی ریزہ ہو گیا، لفظ کاشانی درمیان سے نکل گیا اور یہ برہان ریزہ کہلانے لگے۔ الغرض یہ برہان بھی بہت قابل قدر شخص تھے، آخر عمر میں ابدالوں میں سے ہو گئے تھے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا: میں نے ان کو دیکھا تھا۔ ہر روز صبح کے وقت اپنے گھر سے پیادہ پا نکلتے تھے، حالانکہ ان کے پاس دس سے زیادہ گھوڑے تھے۔ کسی ملازم کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتے تھے، جب کہ سو سے زیادہ ان کے خدمتگار تھے۔ ان کے ایک فرزند نورالدین محمد نامی تھے۔ ایک دن بیٹے نے باپ سے کہا: آپ ہر روز گھر سے نکل کر جاتے ہیں اور ہمارے بہت سے دشمن ہیں، آپ کے ساتھ کوئی ہوتا نہیں۔ اگر اپنے ساتھ ایک ملازم کو لے کر جایا کریں تو وہ خدمت

(۱) حسن علاء سجزیؒ: فوائد الفواد (اردو ترجمہ، خواجہ حسن ثانی نظامی) شائع کردہ: دہلی اردو اکیڈمی ۱۹۸۹ء، صفحات ۳۲۶-۳۲۷

کرے گا' اور پانی پلا دیا کرے گا۔ مولانا برہان الدین نے بیٹے کو جواب دیا: بابا محمد' جہاں میں جاتا ہوں وہاں اگر ملازم کو لے جانے کی گنجائش ہو تو پہلے میں تمہی کو لے کر جاؤں گا کہ تم میرے فرزند ہو۔

مولانا برہان الدین کی دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بچپن میں کتاب ہدایہ کے مصنف علامہ برہان الدین مرغینانی (وفات ۵۹۳ھ) کو دیکھا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اس واقعہ کو ان سے روایت کیا ہے:

مولانا برہان الدین بلخی حکایت کردہ است کہ من خرد سال بودم بہ قیاس پنج شش سالہ کم یا بیش' برابر پدر خود در راہ می رفتم' مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد پدر من از وتحاشی کرد۔ در کوچہ دیگر رفت' مرابر جائے بگزاشت۔ چون کو کبہ مولانا برہان الدین مرغینانی نزدیک رسید من پیش رفتم و سلام کردم در من تیز بدید و این سخن گفت کہ من درین کودک نور علم می بینم۔ من این سخن او بشنیدم' پیش رکاب اوروان شدم۔ باز بر لفظ مبارک راند کہ خدائے تعالیٰ مراہم چنیں می گویاند کہ این کودک در روزگار خود علامہ عصر خواہد شد۔ مولانا برہان الدین بلخی می گوید کہ من این سخن شنیدم وہم چنان پیش می رفتم۔ باز مولانا برہان الدین مرغینانی فرمود کہ خدائے تعالیٰ از من ہم چنین می گویاند کہ ایں کودک چنان بزرگ شود کہ بادشاہان بر دراو بیایند۔

(ترجمہ): مولانا برہان الدین بلخی نے بیان کیا کہ میں چھوٹا تھا تقریباً پانچ چھ سال کا یا اس سے کچھ کم و بیش۔ اپنے والد کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا' مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نظر آئے۔

میرے والد ان سے بچ کر دوسری گلی میں چلے گئے' مجھے وہیں چھوڑ دیا۔ جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری نزدیک آئی تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے مجھے غور سے دیکھا اور یہ بات کہی کہ میں اس بچے میں علم کا نور دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ان کی یہ بات سنی اور ان کی سواری کے آگے چلنے لگا۔ انہوں نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یوں کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ اپنے زمانے میں علامہ عصر بنے گا۔ مولانا برہان الدین بلخیؒ کہتے تھے کہ میں نے یہ بات بھی سن لی اور بدستور سواری کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر مولانا برہان الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ بھی کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ ایسا بزرگ ہو گا کہ شاہان وقت اس کے دروازے پر آیا کریں گے۔

یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا: مولانا برہان الدین بلخیؒ را باوفور علم کمال صلاحیت ہم بودہ است چنانکہ بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید۔ آنگاہ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر تبسم فرمود و گفت کہ مولانا برہان الدین بلخیؒ چوں این سخن بگفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید' این ہم بگفتے: مگر از یک کبیرہ۔ ازو پرسید ند کہ آن کبیرہ کدام است؟ گفت: سماع چنگ کہ آن را بسیار شنیدہ[1] ام وایں ساعت بشنوم اگر باشد۔

(فوائد الفواد' ص ۴۰۶-۴۰۷)

(ترجمہ): مولانا برہان الدین بلخیؒ وفور علم کے ساتھ تقویٰ میں بھی کامل تھے' چنانچہ بارہا فرماتے تھے کہ خدائے عزوجل مجھ سے کسی گناہ

(۱) فوائد الفواد' صفحات ۴۰۶-۴۰۷

کبیرہ کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ پھر خواجہ نظام الدینؒ مسکرائے اور فرمایا کہ مولانا برہان الدینؒ جب یہ بات کہتے تھے کہ خدا مجھ سے کسی گناہ کبیرہ کے بارے میں سوال نہیں کرے گا تو یہ بھی کہتے تھے، مگر ایک کبیرہ۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کونسا کبیرہ ہے؟ تو کہا کہ چنگ کا سماع، جو میں نے بہت سنا ہے اور اگر میسر ہو تو اب بھی سنوں۔

شیخ برہان الدین بلخی کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑی تھی۔ ان میں ایک ممتاز شخصیت مولانا کمال الدین زاہد ماریکلیؒ کی تھی۔ حضرت نظام الدینؒ نے ان سے مشارق الانوار کا باقاعدہ درس لیا تھا۔ شیخ محمد بن احمد بن محمد ماریکلیؒ[1] جو عموماً کمال الدین زاہدؒ کے لقب سے معروف ہیں اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ میں ان کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ خود علامہ کمال الدین زاہد نے شیخ برہان الدین بلخیؒ سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ علم و فضل کے علاوہ وہ زہد و تقویٰ میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن (زمانۂ حکومت: ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء سے ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء تک) نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ وہ شاہی امام کا منصب قبول فرما لیں تو ان کی برکت سے بارگاہ الٰہی میں بادشاہ کی نمازیں بھی مقبول ہو جائیں گی۔ مولانا کمال الدین زاہد نے فرمایا: ہمارے پاس اعمال صالحہ میں لے دے کر ایک نماز رہ گئی ہے۔ کیا سلطان اسے بھی ہم سے چھین لینا چاہتا ہے؟

مولانا کمال الدین زاہد نے ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو جو سند حدیث لکھ کر دی تھی، وہ سیر الاولیاء میں درج ہے اور وہیں سے دوسری کتابوں میں بھی نقل ہوئی ہے، مگر وہاں اس کا متن غلط در غلط ہے۔ ہم نے بہت دیدہ ریزی کے ساتھ

(۱) امیر خرد کرمانی: سیر الاولیاء فی محبت الحق جل و علا
عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار
رحمٰن علی: تذکرۂ علمائے ہند
سید عبدالحیٔ رائے بریلوی: نزھۃ الخواطر، جلد ۱، ص ۲۰۴

اس کے عربی متن کی تصحیح کی ہے اور اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سند حدیث

الحمدلله لمن له الإهتداء والإعطاء والصباح[۱] والرواح[۲] والمدح لمن له الآلاء والنعماء والصلاح والمراح[۳] والصلوه الفصاح على ذى الفضائل السماء والكلمه والكلام الفتاح[۴] والمناقب العلياء والأحاديث الصحاح، صلوه تدوم دوام الصباح والرواح وبعد:

فان الله وفق الشيخ الإمام العالم الناسک السالک **نظام الدين محمد بن احمد بن على** مع وفور فضله فى العلم وبلوغ قدره ذروه الحلم مقبول المشائخ الكبار، منظور العلماء الأخيار و الأبرار بأن قرأ هذا الأصل المستخرج من الصحيحين على ساطر هذه السطور فى الزمن الحار و درور الأمطار، من اوله إلى آخره قراءه بحث وإتقان و تنقيح معانيه وتنقير مبانيه وكانت السطور مرويه قراءه وسماعا عن الشيخين الأمامين العالمين الكاملين، احد الشيخين مولف شرح آثار النيّرين فى اخبار الصحيحين والآخر صاحب الدرسين والمنبرين الإمام الأجل الكامل مالک رقاب النظم والنثر **برهان المله والدين محمود بن ابى الحسن اسعد البلخى رحمه الله عليهما رحمه واسعه.** كتابه وشفاهه وهما يرويانه عن مولفه، واجزت له

(۱) الصباح نقیض المساء (الصحاح للجوہری تحقیق احمد عبدالغفور عطار (۱۹۸۲ء) ج ا ص ۳۸۰

(۲) الرواح نقيض الصباح و هو اسم للوقت من زوال الشمس الى الليل وقد يكون مصدر قولک راح يروح رواحا وهو نقيض قولک غدا يغدو غدوا۔ (الصحاح ۱: ۳۶۸)

(۳) المراح شده الفرح والانبساط

(۴) الفتاح: الحاكم

أن یروی عنی کما هو المشروط فی هذا الباب' والله اعلم بالصواب

واوصیه أن لا ینسانی واولادی فی دعواته فی خلواته

وصح له القراء ه والسماع فی المسجد المنسوب إلی نجم الدین أبی بکر التلواسی

رحمه الله' فی بلده دهلی صانها الله عن الآفات والعاهات.

وهذا خط اضعف عباد الله واحقر خلقه **محمد بن احمد بن محمد المار یکلی** الملقب بکمال الزاهد' والفراغ من القراءه والسماع وکتب هذه السطور فی الثانی والعشرین من ربیع الأول سنه تسع وسبعین وستمائه حامداً الله تعالی ومصلیاً علی رسوله.

سند حدیث کا اردو ترجمہ

ساری حمد اللہ کے لیے ہے کہ اسی سے ہدایت اور عطا ہے' اسی سے آنا اور جانا ہے اور مدح اس کی جس کی طرف سے سب نعمتیں اور آسائشیں ہیں۔ اور فصیح و بلیغ درود اس ذات پر جو اعلیٰ ترین فضائل رکھتی ہے' اور جس کے کلمات سعادت کے دروازے کھولتے ہیں' جو بلند ترین مناقب رکھتا ہے اور جس کی احادیث صحیح ہیں' ایسا درود جو (گردش) صبح و شام کی طرح ہمیشہ جاری رہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ' امام اور عالم' زاہد اور راہ طریقت کے سالک نظام الدین محمد بن احمد بن علی کو علم و فضل کی فراوانی اور دانشمندی کی بلندی پر پہنچ جانے' نیک علماء اور بزرگ و مشائخ و ابرار کی نظروں میں مقبول ہو جانے کے بعد یہ توفیق بھی دی کہ انہوں نے صحیحین سے تخریج کیا ہوا یہ متن ان سطور کے لکھنے والے سے' گرمی کے موسم میں' جب بارشیں ہو رہی تھیں' اول سے آخر تک تحقیق اور مہارت' معانی کی وضاحت اور اصول کی چھان بین کے ساتھ

پڑھا' اور کاتب سطور اسے دو شیخوں' اماموں اور عالموں کی قرأت اور سماعت کی سند سے' لکھ کر اور زبانی' روایت کرتا ہے' جن میں سے ایک شیخ شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین کے مولف ہیں' اور دوسرے دو حلقہ ہائے درس اور دو منبروں والے امام عالی مقام' کہ نظم و نثر جن کے غلام ہیں' یعنی برہان الملہ والدین محمود بن ابی الحسن اسعد البلخی ہیں (اللہ ان دونوں پر اپنی وسیع رحمتیں نازل کرے) اور وہ دونوں اس کتاب کو اس کے مولف سے روایت کرتے ہیں۔ اور میں نے انہیں اجازت دی ہے کہ وہ اس کی مسلمہ شرائط کے ساتھ اس کتاب کی مجھ سے روایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

اور میں انہیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور میری اولاد کو اپنی خلوتوں کی دعاؤں میں نہ بھولیں۔ اس کی قرأت اور سماعت انہوں نے اس مسجد میں کی جو دہلی میں' اللہ اسے آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے' نجم الدین ابو بکر التلواسی رحمہ اللہ کی مسجد کہلاتی ہے۔ اور یہ تحریر اللہ کے ضعیف ترین بندے اور اس کی حقیر ترین مخلوق محمد بن احمد بن محمد ماریکلی کی ہے' جس کا لقب کمال زاہد ہے۔ اور قرأت و سماعت سے فراغت اور ان سطور کی تحریر ۲۲ر ربیع الاول ۶۷۹ھ کو ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول پر درود بھیجتے ہوئے۔

[۲]

اس سند پر تاریخ کتابت واضح لفظوں میں ۲۲ر ربیع الاول ۶۷۹ھ دی ہوئی ہے جو ۲۲ر جولائی ۱۲۸۰ء کے مطابق ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مشارق الانوار کا درس اس سال کے موسم گرما میں لیا گیا جو تیز بارش کا زمانہ بھی تھا۔

جب حضرت نظام الدین اولیاء ۶۶۷ھ میں اجودھن حاضر ہوئے ہیں تو وہ عربی ادبیات میں مہارت پیدا کر چکے تھے۔ مقامات حریری کے چالیس مقامے انہوں نے حفظ کر لیے تھے۔ فقہی مسائل میں انہیں مجتہد کا درجہ حاصل تھا او روہ بحاث (یعنی بہت تحقیق کرنے

والے) اور محفل شکن (یعنی قول فیصل دینے والے) سمجھے جاتے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد انہوں نے اپنے مرشد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے عرض کیا تھا کہ میں ایک طالب علم ہوں، کیا بیعت کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو کر تحصیل علم ترک کر دوں؟ آپ کا کیا حکم ہے؟

بابا صاحب نے فرمایا: میں کسی کو علم حاصل کرنے سے نہیں روکتا۔ درویش کے لیے کچھ علم بھی ضروری ہے۔ تم دونوں شغل جاری رکھو اور دیکھو کون غالب آتا ہے۔

حضرت نظام الدینؒ نے بعد کے زمانے میں فرمایا کہ میں نے نہ کسی کو غالب دیکھا نہ مغلوب پایا۔ یہی وہ کیفیت ہے جسے فارسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

لیکن یہ ضرور ہوا کہ اجودھن سے آنے کے بعد ان کی دلچسپی اور توجہ ادب اور فقہ سے ہٹ کر قرآن و حدیث میں زیادہ ہو گئی۔ ۶۷۰ھ/۱۲۷۱ء سے ۶۷۹ھ/۱۲۸۰ء کا یہ ۹-۱۰ سال کا عرصہ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل ہی میں گزارا اور کتاب مشارق الانوار پوری حفظ کر لی تھی۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی ۲۲۴۶ حدیثیں حضرت نظام الدین اولیاء کو زبانی یاد تھیں کیونکہ مشارق کی احادیث صحیحین ہی سے انتخاب کی گئیں ہیں۔

فقہاء میں اپنے مسلک کی جو عصبیت تھی، اس نے انہیں آزاد خیالی اور وسیع النظری سے محروم رکھا تھا۔ حضرت نظام الدینؒ کے مشرب میں رواداری اور وسیع النظری تصوف کی راہ سے آئی تھی۔ مسلک کی شدت کو مطالعہ حدیث نے بھی کم کر دیا تھا۔ چنانچہ بعض معاملات و مسائل میں وہ مجتہد تھے۔ مثلاً وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری سمجھتے تھے۔[1] اور غائبانہ

(۱) امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ فاذا قری القرآن فانصتوا (جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش ہو جاؤ) امام شافعی

نماز جنازہ کے قائل تھے۔ اس وقت کے علماء علوم اسلامیہ میں صرف فقہ کے علم کو معیار سمجھتے تھے مگر حضرت نظام الدین اولیاء حدیث نبوی کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ایک مجلس میں فرمایا: لوگوں سے جو حدیث سنی جائے اس کے لیے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے' بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ جن معتبر کتابوں میں احادیث جمع کی گئیں ہیں' ان میں یہ حدیث نہیں ملتی۔ (۱)

سماع کے مسئلے میں وہ حنفی مسلک سے ہٹ کر شافعی مسلک پر کاربند تھے۔ حضرت نظام الدین کے ملفوظات فوائد الفواد میں کتب حدیث کے صرف دو حوالے ملتے ہیں۔ ایک ملفوظ میں صحیحین کا ذکر ہے: (۲)

انچہ در صحیحین است آن صحیح باشد (جو کچھ صحیحین میں آیا ہے وہ صحیح ہے)

مشارق الانوار کا حوالہ تین جگہ ملتا ہے اور اس سے نمایاں طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اپنی خانقاہ میں حدیث نبوی کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ۱۳/ شوال ۷۱۲ھ (۱۳/ فروری ۱۳۱۳ء) کو امیر حسن علاء سجزی حاضر ہوئے تو حضرت نظام الدین اپنے بھانجے حضرت خواجہ تقی الدین نوح کو مشارق الانوار کا درس دے رہے تھے۔ وہ متن پڑھ رہے تھے اور آپ اس کی تشریح فرما رہے تھے۔ اس حدیث کا بیان ہوا کہ اگر کوئی نماز میں ہو اور تھوک یا بلغم منہ میں آ جائے اور اسے نکال دینا چاہے' تو قبلے کی سمت میں نہ تھوکے' اور داہنی طرف بھی نہ تھوکے' جو فرشتے کی سمت ہے' بلکہ بائیں جانب آہستہ سے پیر کے پاس تھوک دے' تا کہ یہ

...... کہتے ہیں لا صلوہ بدون قرأہ ام الکتاب (سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی)۔
(عبدالرحمن الحریری الفقه علی المذاهب الأربعه الجزء الاول' ص ۲۲۸-۲۳۰ المکتبه التجاریه الکبری بمصر ۱۹۶۹ء)

(۱) فوائد الفواد' ص ۱۷۷

(۲) فوائد الفواد' ص ۱۷۸

عمل عمل کثیر نہ ہو' اتنا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۲۷ر ذی الحجہ ۷۱۲ھ کو آپ کی مجلس میں کھانے کا تذکرہ تھا تو فرمایا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ جو کھانا کھائیں وہ کسی متقی کا مال ہو' اور جو کھانا کسی کو کھلائیں اس کو بھی متقی ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا: بہرحال متقی آدمی کا کھانا کھانے کے لیے تو جیسی بھی ہو کوشش کی جاسکتی ہے' مگر متقی آدمی کو کھلانے میں دشواری ہے۔ اس لیے کہ دس آدمی مہمان آتے ہیں' میزبان کو کیا خبر ہے کہ ان میں متقی کون ہے؟ فرمایا: مجھے ایک اور حدیث مشارق الانوار میں ملی ہے یہ زیادہ گنجائش رکھتی ہے۔ اس میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو بھی ہو اسے کھانا کھلاؤ' خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو' اور ہر ایک کو جو سامنے آئے' سلام کرو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو۔[1]

۲۹ر جمادی الآخر ۷۱۲ھ (۳ر نومبر ۱۳۱۲ھ) کی مجلس میں حضرت نے علامہ رضی الدین حسن صغانیؒ مولف مشارق الانوار کا تذکرہ کیا:

> بعد ازاں از نسبت حدیث سخن در فضلیت مولانا رضی الدین صغانیؒ کہ صاحب مشارق است افتاد رحمتہ اللہ علیہ' وانچہ اونبشتہ است کہ این کتاب حجت است میان من و خداے۔ واگر حدیث برومشکل شدے رسول علیہ السلام را در خواب دیدے وصحیح کردے۔ [صفحہ ۱۷۸]
>
> (ترجمہ): پھر حدیث کی مناسبت سے تذکرہ مولانا رضی الدین حسن صغانی رحمتہ اللہ علیہ صاحب مشارق کا ہوا اور جو انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب میرے اور اللہ کے درمیان حجت ہے۔ اگر انہیں کسی حدیث میں دشواری ہوتی تھی تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھتے تھے اور اس حدیث کی تصحیح کر لیتے تھے۔

(۱) خیر المجالس ملفوظات حضرت چراغ دہلیؒ ص ۴۳' ۳۶

[۳]

حضرت نظام الدین کے خلفاء اور علم حدیث:

حضرت نظام الدینؒ کے خلفاء میں بھی علم حدیث سے گہری دلچسپی پائی جاتی ہے۔ حضرت نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلیؒ (وفات ۱۷/ رمضان المبارک ۷۵۷ھ) کے ملفوظات خیر المجالس میں مشارق الانوار کا حوالہ چار مجلسوں میں آیا ہے۔ اس کے سوا دوسرے بیانوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ کو حدیث نبوی سے خاص دلچسپی تھی اور انہوں نے بھی مشارق الانوار کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔[1]

(۲) مولانا فخر الدین زرادیؒ: (وفات ۷۴۸ھ) سامانہ کے باشندے تھے اور مولانا شمس الدین یحییٰ کے ہم سبق رہے تھے۔ انہیں حدیث اور فقہ پر یکساں عبور حاصل تھا۔ حدیث پر خصوصاً اچھی نظر رکھتے تھے۔ وہ دہلی میں ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے' تو صحیحین کی مطابق حال احادیث بطور سند بے تکلف بیان فرماتے تھے۔ جس سے خود ہدایہ کے بیان کی صحت اور زیادہ روشن ہو جاتی تھی۔ انہوں نے کشف القناع عن وجوہ السماع اور اصول السماع دو رسالے عربی میں لکھے۔ کشف القناع کی آٹھویں فصل میں احادیث نبوی کے حوالے دے کر سماع کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ محمد بن تغلق کے حکم سے دہلی چھوڑنے والوں کے ساتھ دولت آباد (مہاراشٹر) چلے گئے تھے' وہاں سے حج کرنے کے لیے گئے۔ حج کے بعد بغداد آئے اور اس زمانے کے ممتاز محدثین کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ جب ہندوستان کو واپس آ رہے تھے (۷۴۸ھ) اس وقت ان کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔

(۳) مولانا علاء الدین نیلیؒ: (وفات ۷۶۲ھ) باقاعدہ عالم تھے' اور لباس علماء میں ہی رہتے تھے' فقہ کے علاوہ تفسیر و حدیث میں بھی گہری نظر رکھتے تھے۔

---

(۱) فوائد الفواد' ص ۳۴۸

(۴) قاضی محی الدین کاشانیؒ: (وفات ۷۱۹ھ/۱۳۱۹ء) قاضی جلال الدین کاشانیؒ (وفات ۶۴۸ھ) کے بیٹے اور حضرت نظام الدینؒ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے، وہ بھی علم حدیث سے گہرا شغف رکھتے تھے اور انہوں نے حضرت نظام الدینؒ سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔

(۵) مولانا وجیہ الدین پایلیؒ: پنجاب کے ایک گاؤں پایل کے باشندے تھے، جو سرہند سے دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ اصول فقہ کے علاوہ حدیث کے بھی عالم تھے۔ شیریں بیان اور وسیع المطالعہ تھے۔ کتابیں بغیر دیکھے پڑھا دیا کرتے تھے۔ ساری زندگی زہد اور قناعت میں نہایت سادگی کے ساتھ گزاری۔

(۶) مولانا شمس الدین یحییٰ: (وفات ۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء) حضرت چراغ دہلیؒ کے ہم وطن یعنی اجودھیا کے باشندے تھے۔ انہوں نے مولانا ظہیر الدین بھکریؒ اور مولانا فرید الدین شافعیؒ (شیخ الاسلام اودھ) سے پڑھا تھا۔ ۷۲۴ھ میں حضرت نظام الدین اولیاء سے خرقہ خلافت پایا تھا۔

جلال الدین خلجی کے زمانے (۶۹۵ تا ۷۱۵ء) میں دہلی میں ایسے ۴۶ علماء موجود تھے جن کے حلقہ درس کی شہرت تھی۔ ان میں صرف مولانا شمس الدین یحییٰ کو علم حدیث سے خصوصی دلچسپی تھی، انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء سے مشارق الانوار کی سماعت کرکے سند اجازت بھی حاصل کی تھی۔ وہ علاء الدین خلجی کے عہد (۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء سے ۶۹۵ھ/ ۱۲۹۵ء تک) میں دہلی کے شاہی مدرسے میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان ہے کہ مولانا شمس الدین یحییٰ پہلے ہندی محدث اور مشارق الانوار کے دوسرے شارح ہیں۔ مگر ان کی لکھی ہوئی شرح مشارق اب ناپید ہے۔ ان کی علمی عظمت کے اعتراف میں حضرت چراغ دہلیؒ کا یہ شعر بہت مشہور ہے:

سألت العلم من أحياك حقا

فقال العلم شمسُ الدين يحيٰی

(میں نے علم سے پوچھا کہ تجھے کس نے زندگی بخشی؟ تو اس نے کہا: شمس الدین یحیٰؒ نے)

(۷) فن حدیث میں حضرت نظام الدینؒ کے ایک اور شاگرد نظام الدین علامی الہاشمی ظفر آبادی[(۱)] ہیں۔ یہ اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ انہیں علم حدیث پر اتنا عبور حاصل تھا کہ زبدہ المحدثین کہلاتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء سے بیعت کرنے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی کے علمی دور کا آغاز کیا تھا اور غالباً ان کی وفات کے بعد جون پور کے قریب ظفر آباد کے محلّہ سید واڑہ میں مخدوم اسد الدین آفتاب ہند (۶۶۱ھ تا ۷۹۳ھ) کی رہبری میں مدارج سلوک طے کیے تھے۔ مخدوم اسد الدینؒ نے انہیں خلافت بھی دی تھی۔ نظام الدین علامی نے فن تصوف میں دو رسالے بھی لکھے تھے۔ ان میں سے ایک عربی میں تھا' جس کا نام زاد الصلحاء ہے' دوسرا فارسی میں زاد السالکین لکھا تھا۔ ان کی وفات ۷۳۵ھ میں ظفر آباد میں ہوئی۔ حضرت نظام الدینؒ کے خلفاء میں اور بھی کئی نام ملتے ہیں' جنہوں نے حدیث شریف کا باقاعدہ مطالعہ کیا تھا یا حدیث کا درس دیتے تھے۔ یہاں صرف چند ممتاز حضرات کا بطور نمونہ تذکرہ کیا گیا ہے۔

حضرت کے ملفوظات فوائد الفواد میں تقریباً ۱۳۶ احادیث کا حوالہ ملتا ہے۔ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جنہیں محدثین نے معیار صحت سے ساقط مانا ہے۔ صوفیہ نے ترغیب ترہیب' عبرت اور موعظت اور تذکیر و تبشیر کے لیے ضعیف احادیث کا سہارا لینا بھی جائز رکھا ہے' اس لیے کہ ان سے نیک کام لینا مقصود ہے۔

فوائد الفواد میں جو احادیث آئی ہیں' وہ تقریباً سب درج ذیل کتابوں میں تلاش کی جا سکتی ہیں:

۱۔ الجامع الصغیر للعلامہ جلال الدین السیوطی

(۱) محمد اسحق: علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ' ص ۸۵
تجلی نور (تاریخ جونپور) ص ۲۲ (فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ۷۷۰ھ میں شہر جونپور بسایا گیا تھا جس کی تاریخ بھی شہر جونپور سے برآمد ہوتی ہے۔ اس وقت حضرت نظام الدینؒ کی رحلت کو ۴۵ سال ہو چکے تھے۔)

۲۔ الموضوعات الکبیر للعلی القاری

۳۔ المصنوع للعلی القاری

٤۔ المقاصد الحسنه للحافظ عبدالرحمن السخاوی

٥۔ احیاء العلوم للامام محمد الغزالیؒ

٦۔ مشکوه المصابیح

ان میں بعض احادیث کی نوعیت یہ ہے:

البینه علی المدعی والیمین علی من أنکر

یہ حدیث ترمذی نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

یہ حدیث ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے واسطے سے آئی ہے۔

الصوم لی وانا اجزی به

یہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت سے ہے۔

اللهم فقهه فی الدین

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا کتب صحاح میں نہیں ملتی مگر البغوی نے اپنی معجم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے۔

الناس نیام اذا ماتوا انتبهوا[1]

اسے حضرت نظام الدینؒ نے حدیث کہا ہے' بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔

السبکی نے الطبقات الشافعیه میں اسے حدیث ہی بتایا ہے۔ علاءالدولہ سمنانیؒ نے بھی اسے حدیث کہا ہے اور اس کی تشریح بیان کی ہے۔

(۱) فوائد الفواد' ص۷۹' شرح تعرف' ج ۳: ۹۸' السبکی: الطبقات الشافعیه' جلد ۴' ص ۱۷۰۔

ان من الشعر لحکمه وان من البیان لسحرا

یہ حدیث بخاری میں حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہوئی ہے۔

حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء وقرہ عینی فی الصلوہ

یہ حدیث مسند احمد اور نسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ حدیث کے الفاظ میں حبب الی من دنیاکم ثلاث بھی آیا ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی اور بعض دوسرے محدثین کا خیال ہے کہ لفظ ثلاث بے اصل ہے۔

زرغبا تزدد حبا

یہ حدیث الطبرانی نے' نیز البیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت ابو ذر الغفاریؓ بھی اس کے راوی ہیں۔ الطبرانی اور الحاکم نے حبیب بن مسلمہ الفہریؓ سے بھی' الطبرانی نے عبداللہ بن عمروؓ سے' الخطیب بغدادی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔

ساقی القوم آخرهم شربا

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو قتادہؓ سے اور الطبرانی نے المغیرہ سے روایت کی ہے:

من صلی خلف تقی فکأنما صلی خلف نبی

ملا علی القاری نے المصنوع میں اس کے لیے لکھا ہے کہ لا اصل له۔

من صام الدهر لا صام ولا افطر

البخاری و مسلم میں الفاظ حدیث یہ ہیں: لا صام من صام الأبد[1]

للصائم فرحتان فرحه عند الافطار وفرحه عند لقاء الملك الجبار

یہ اسی حدیث کا حصہ ہے جس کے الفاظ ہیں: الصوم لی وأنا اجزی به پوری حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

---

(۱) الترغیب والترهیب' ج ۲: ۱۲۹' مصطفی الحلبی' مصر ۱۳۷۳ھ

من صام الدهر ضيقت عليه جهنم و عقد التسعين

یہ انگلیوں پر شمار کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے' جو زمانۂ قدیم میں تو عام طور پر رائج تھا' آج بھی کہیں کہیں مسلمانوں میں اس کا چلن ہے۔ اسے عقد انامل کہا جاتا ہے۔ اس طریقے میں شہادت کی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کی جڑ میں اندر کو موڑ کر ملایا جاتا ہے اور اسے نوے (۹۰) کا اشارہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ روزہ دار پر جہنم تنگ ہو گا' نوے کے عدد کی طرح انگلی موڑ کر بہت تنگ حلقہ بنایا اور فرمایا کہ اس کے لیے جہنم ایسا تنگ ہو جاتا ہے' یعنی وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

من زار حيًا ولم يذق منه شيئا فكأنما زار ميتًا

یہ حدیث صحیحین میں یا کسی دوسرے متداول مجموعے میں نہیں ملتی مگر صوفیہ نے کھانا کھلانے اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے لیے اسے استعمال کیا ہے۔ کھانا کھلانے کی فضیلت میں قرآنی آیات کے ساتھ ہی متعدد احادیث بھی مستند مجموعوں میں ملتی ہیں' اس لیے باعتبار معنی اس حدیث کو صحیح سمجھا جانا چاہیے۔

محدثین کا تذکرہ:

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات فوائد الفواد میں مختلف مواقع پر درج ذیل محدثین اور راویان حدیث کا تذکرہ آیا ہے (نام کے سامنے فوائد الفواد مطبوعہ دہلی اردو اکادمی ۱۹۸۹ء کا صفحہ نمبر درج ہے):

(۱)	ابن زہریؒ	۱۸۰ (یہ ابن شہاب الزہریؒ سے مختلف شخصیت ہیں)
(۲)	ابن سیرینؒ	۳۳۷' ۳۳۸
(۳)	ابن عباسؓ	۳۹۱
(۴)	ابوبکر صدیقؓ	۶۱' ۶۲ وغیرہ

(۵)	ابوذر غفاری	۱۶۱
(۶)	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ	۱۲۲
(۷)	ابو موسیٰ الاشعریؒ	۳۲۹
(۸)	ابو ہریرہؓ	۱۵۱، ۱۹۸، ۳۳۳
(۹)	احمد بن حنبلؒ	۱۴۵
(۱۰)	برہان الدین النسفیؒ	۲۶۸
(۱۱)	حسن بن علی بن ابی طالبؓ	۲۸۶، ۳۱۰، ۳۳۱
(۱۲)	رضی الدین حسن صغانیؒ	۱۷۸، ۱۸۱
(۱۳)	رضی الدین نیشاپوریؒ	۳۹۶
(۱۴)	سفیان ثوریؒ	۳۹۴
(۱۵)	امام شافعیؒ	۲۰۳ وغیرہ
(۱۶)	ام المومنین عائشہؓ	۱۸۲ وغیرہ
(۱۷)	عباس بن عبدالمطلبؓ	۱۱۹
(۱۸)	عبداللہ بن عباسؓ	۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۸
(۱۹)	عبداللہ بن عمرؓ	۱۸۳
(۲۰)	عبداللہ بن مسعودؓ	۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۸
(۲۱)	عثمان بن عفانؓ	۹۸، ۳۲۹ وغیرہ
(۲۲)	علاءالدین ترمذیؒ	۱۲۲
(۲۳)	علی بن ابی طالبؓ	۶۶، ۱۶۱ وغیرہ
(۲۴)	عمر بن الخطابؓ	۶۱، ۶۲ وغیرہ
(۲۵)	عمرو بن العاصؓ	۲۴۸، ۲۴۹

(۲۶) امام مالکؒ ۲۰۳

(۲۷) معاذ بن جبلؓ ۱۶۷

(۲۸) معاویہ بن ابی سفیانؓ ۳۰۱

حضرت نظام الدین اولیاء اپنی مجلسوں میں گفتگو کے دوران اکثر احادیث بیان فرماتے اور ان کے نکات کی عالمانہ و عارفانہ تشریح کرتے تھے' جس کے بعض نمونے فوائد الفواد اور امیر خرد کی تالیف سیر الأولیاء فی محبت الحق جل و علاء درر نظامی وغیرہ مجموعوں میں ملتے ہیں۔ مثلاً جب امیر حسن علاء سجزیؒ جامع فوائد الفواد نے توبہ کر کے حضرت نظام الدینؒ کے دست مبارک پر بیعت کی تو حضرت نے ایک حدیث بیان فرمائی کہ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔ یعنی گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن انس بن مالک قال ﷺ اذا احب الله عبدالم یضره ذنب والتائب من الذنب کمن لاذنب له

ایک مجلس میں نفلی روزے رکھنے کے آداب بتاتے ہوئے آپ نے حدیث کا حوالہ دیا' اسی طرح دوسرے موقع پر محفل میں نشست کے آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے حدیث نبوی کا حوالہ دیا۔ (۱)

ایک اور مجلس میں تلاوت قرآن کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس آیت سے ذوق اور رقت پیدا ہو اسے بار بار پڑھنا چاہیے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کچھ تلاوت کرنا چاہتے تھے' انھوں نے صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھا تھا کہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس کو بیس بار تلاوت فرمایا۔ (۲)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کل اپنے اصحاب کو خواب میں دیکھا کہ

---

(۱) فوائد الفواد' ص ۵۹ (۲) ایضاً' ص ۱۲۰

سب لباس پہنے ہوئے ہیں' لیکن کسی کا لباس سینے تک ہے' کسی کا ناف تک' کسی کا زانو تک ہے مگر میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ ان کا لباس زمین سے لگ رہا ہے۔ اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس خواب کی کچھ تعبیر فرمائی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں' میں ہر ایک کے پیرہن کو اس کے دین کے برابر تعبیر کرتا ہوں۔ (۱)

امیر حسن دہلوی نے پوچھا کہ یہ حدیث کیسی ہے: السخی حبیب الله و ان کان فاسقاً۔ حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا: کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اربعین میں یہ حدیث موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا: جو کچھ صحیحین میں ہے وہ صحیح ہے' وہ صحیح ہے۔ (۲)

ایک مجلس میں امیر حسن نے کہا کہ یوں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کل قیامت کے دن حق تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی عیسیٰؑ کو بھی دوزخ میں ڈال دے تو یہ عدل ہی ہو گا۔ حضرت نے فرمایا: جی ہاں سارا عالم اس کی ملکیت ہے' اگر کوئی اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے تو اسے ظلم نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ دوسروں کی ملکیت میں تصرف کرے تو ظلم ہو گا۔ پھر فرمایا کہ اشعری مذہب یہ ہے کہ یہ بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور ہمیشہ وہیں رکھے اور کسی کافر کو بہشت میں پہنچا دے اور سدا وہیں رکھے۔ اس لیے کہ یہ اپنی ملکیت میں تصرف ہو گا۔ (۳)

رجال احادیث:

حضرت نظام الدین اولیاء کے عہد تک ہندوستان میں صحیحین کی بھی زیادہ وسیع اشاعت نہیں ہوئی تھی اس کا انتخاب یعنی مشارق ہی زیادہ رائج تھی' اور مشارق میں صرف اولین راوی کا نام آتا ہے' بعض راویوں کی صرف ایک دو ہی احادیث لی گئی ہیں' یہ اس پس منظر میں ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے فرمایا:

(۱) فوائد الفواد' ص ۳۷ (۲) ایضاً' ص ۱۷۷ (۳) ایضاً' ص ۱۹۰

امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری عمر میں تین حدیثیں روایت کی ہیں یا چار۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے اس سے بھی کم۔ عبداللہ بن مسعودؓ حالانکہ اتنے بڑے فقیہ تھے مگر انہوں نے پوری عمر میں صرف ایک حدیث کی روایت کی اور جس دن ان کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا' بدن کے بال کھڑے ہو گئے تھے' اور دونوں کندھوں کے درمیان کا گوشت خوف سے کانپنے لگا تھا' تب انہوں نے کہا سمعت عن رسول اللہ ﷺ اور پھر حدیث بیان کی' اس کے بعد کہا: هذا اللفظ أو معناه۔ اب جو واعظ حدیث کے آخر میں هذا اللفظ أو معناه کہتے ہیں' یہ وہیں سے ہے۔

لیکن کتب رجال کی روشنی میں یہ بیان کچھ مزید وضاحت چاہتا ہے۔[1] حضرت عبداللہ بن العباسؓ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو عبداللہ بن عباسؓ کی عمر تیرہ برس سے زائد نہ تھی' لیکن آپ رسول اللہ ﷺ کے برادر عم زاد اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے' اس لیے انہیں گھر کے اندر آنے جانے کے مواقع بھی میسر تھے۔ آپ کثیر الروایت اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ ترجمان القرآن اور حبر الامتہ کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۵۸ برس تک زندہ رہے' ان کی مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ تک پہنچی ہے اور ان میں سے ۹۵ احادیث بخاری و مسلم دونوں نے درج کی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کی ۱۲۰ احادیث لی ہیں اور مسلم نے ۴۹۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ایمان لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر بتایا جاتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے گھر اتنی کثرت سے آتے جاتے تھے کہ بعض لوگ انہیں اہل بیت میں سے سمجھنے لگے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ۸۴۸ حدیثیں

(۱)　فوائد الفواد' ص ۱۹۸-۱۹۹

مروی ہیں' ان میں سے ۶۴ احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں۔ بخاری ان کی ۲۱ اور مسلم ۳۵ احادیث اخذ کرنے میں منفرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ۳۲ھ میں انتقال کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ یقیناً قلیل الروایہ ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں نام شاید حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہو گا' جن سے صرف دو یا تین حدیثیں ہی مروی ہیں۔